فارغینِ مدارس میں داعیانہ فکر وکردار کی ضرورت اور اس کے تقاضے

ساجد علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مدارسِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ:

مدارسِ اسلامیہ کی تاریخ کتنی روشن اور تابناک ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت وتبلیغ کا آغاز فرمایا اور اسلامی مدرسہ کی بنیاد پڑ گئی، چلتا پھرتا مدرسہ اور رَواں دَواں طلبہ، محبوبِ پروردگار معلم اور سارا جہان متعلم، پڑھانے والے ایک اور پڑھنے والے انیک، جہاں استاذ تشریف فرما ہوں وہیں طلبہ کی انجمن آراستہ ہو، دارِ ارقم میں جلوہ بار ہوں تو وہی دینی دانش گاہ ٹھہرے، کاشانۂ اقدس کے باہر صحابۂ کرام کے جھرمٹ میں ہوں تو وہی جگہ اسلامی مدرسہ قرار پائے، سابقین اولین اسی دینی دانش گاہ کے پروردہ اور اصحاب صُفہ اسی اسلامی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔

خانۂ خدا میں رَبِّ ذوالجلال کی عبادت کے لیے تشریف لے جائیں تو خالق کائنات کی عبادت بھی کریں اور مسلمانوں کو اسلامی طور طریقے بھی سکھائیں۔ سبحان اللہ! وہ کیسا ایمان افروز حلقۂ درس ہے جس میں شمع بزم ہدایت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسندِ تدریس پر جلوہ فرما ہیں اور صحابۂ کرام کی نورانی جماعت ہمہ تن گوش ہے، سرکار علیہ الصلاۃ والسلام علوم ومعارف کے لعل وگہر لٹا رہے ہیں اور صحابۂ کرام اپنے دامنِ ذہن وفکر میں سمیٹتے جا رہے ہیں۔

آپ کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی نہج پر قرآن وسنت کی ترویج واشاعت اور دینِ اسلام کی تبلیغ ودعوت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، جس شہر میں فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ داخل ہوتے ہیں وہاں مسجدیں تعمیر کرتے ہیں، ان میں مختلف علوم وفنون کے ماہر علمائے کرام اور اربابِ فقہ وافتا کے ذریعہ قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ اور دیگر علوم اسلامیہ کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔ فقہاے اربعہ [حضرت امام اعظم ابوحنیفہ متوفیٰ ۱۵۰ھ، حضرت امام مالک متوفیٰ ۱۷۹ھ، حضرت امام شافعی متوفیٰ ۲۰۴ھ، حضرت امام احمد بن حنبل متوفیٰ ۲۴۱ھ] رحمہم اللہ تعالیٰ کے حلقۂ درس بھی اسی طرزِ تعلیم وتربیت کی درخشاں مثال ہیں۔

پھر آہستہ آہستہ تعلیم وتدریس کے میدان میں انقلاب آتا ہے اور مساجد کے ساتھ دوسری عمارتیں بھی تعمیر کی جاتی ہیں جو اسلامی علوم وفنون کی تعلیم وتربیت کے لیے مختص ہوتی ہیں اور ان کا نام ”مدرسہ“ رکھا جاتا ہے۔ اس طرح کے مدارس میں نیشاپور کے مدارس کو اولیت حاصل ہے۔ مشہور مورخ حاکم نیشاپوری کے مطابق اس طرح کا سب سے پہلا مدرسہ وہ ہے جو ابو اسحاق اسفرائنی [متوفیٰ ۴۱۸ھ] کے لیے بنایا گیا، جو بعد میں ”مدرسہ بیہقیہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

اسی شہر میں ایک دوسرا مدرسہ امام ابوبکر محمد ابن حسن ابن فورک [متوفی ۴۰۶ھ] کے لیے تعمیر کیا گیا اور ایک مدرسہ ابوبکر سبتی [متوفیٰ ۴۲۹ھ] نے خود اہلِ علم کے لیے اپنے گھر کے سامنے تعمیر کیا۔ ان مدارس کے علاوہ سلطان محمود غزنوی نے ایک مدرسہ قائم کیا جسے ”فیجا“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے بھائی امیر نصر بن سبکتگین نے نیشاپور کی گورنری کے زمانے میں ”مدرسہ سعدیہ“ کی تعمیر کی۔ ان کے علاوہ نیشاپور میں اور مدارس کا بھی ذکر ملتا ہے۔

یہ مدارسِ اسلامیہ تقریباً پچاس سال تک اسلام اور مسلمانوں کی خدمت انجام دیتے رہے، لیکن وزیر طغرل بک کے قتل کے بعد ان مدارس کا وجود ختم ہوگیا۔ اس کے بعد سلجوقی سلطنت کے وزیر نظام الملک طوسی کے ہاتھ سے قیام مدارس کی تحریک دوبارہ شروع ہوئی اور بکثرت مدارس کی

تعمیر عمل میں آئی، اسلام کے ہر مشہور شہر جیسے بغداد، نیشا پور اور اصفہان وغیرہ میں مدارس قائم کیے گئے۔ جو مدارس نظام الملک نے قائم کیے تھے انھیں ”مدارسِ نظامیہ“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اگر چہ ”مدارسِ نظامیہ“ کو اسلام کے اولین مدارس ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے، تاہم حکومت کی کفالت میں چلنے والے تعلیمی اداروں میں انھیں اولیت کا درجہ ضرور حاصل ہے۔

اس کے بعد ”مدارسِ نظامیہ“ کے طرز پر ہر اسلامی شہر اور اسلامی ملک میں مدارس قائم کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس کے نتیجے میں پوری دنیا میں اسلامی مدارس کا ایک جال سا پھیل گیا۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

- **مدارسِ اسلامیہ کے قیام کا مقصد:**

مدارسِ اسلامیہ کے قیام کا بنیادی مقصد کتاب اللہ [قرآنِ کریم] اور سنتِ رسول اللہ [احادیثِ کریمہ] کی تعلیم واشاعت، اسلام اور شعائرِ اسلام کی حفاظت وصیانت، اسلامی اقدار کی نگہبانی و پاسبانی، ملّتِ اسلامیہ کی دینی، ملی، دعوتی ضروریات اور اس کے تقاضوں کی تکمیل وانجام دہی، اور ایسے علماے باعمل و رجالِ کار کو تیار کرنا ہے جو ایک طرف اسلامی علوم و معارف کے ماہر وخادم، دینِ اسلام کے مبلغ وداعی، قرآن وحدیث کے مفسر و شارح، دینی کردار کے حامل، فکری اعتبار سے کامل، احکام شرع پر عامل اور صراطِ مستقیم پر گام زَن ہوں اور دوسری طرف مسلمانوں کی دینی وملی قیادت کی صلاحیتوں سے بہرہ وَر اور قوم وملت کی اصلاح وخدمت کے جذبے سے سرشار ہوں۔

اس مقصدِ خیر کے پیشِ نظر ہمارے اسلاف واکابر رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے ایسا جامع اور مفید نظامِ تعلیم وتربیت نافذ فرمایا جو مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کی تکمیل میں بے حد مفید اور کامیاب ثابت ہوا۔ ماضی میں ان مدارسِ اسلامیہ نے کتاب وسنت کے علوم ومعارف کی ترویج واشاعت، مسلمانوں کے علمی، دینی اور ثقافتی ورثے کے تحفظ، ملک وملت کی تعمیر وترقی اور احیاے اسلام کی جدوجہد کے حوالے سے جو قابلِ قدر کارنامے انجام دیے ہیں، وہ ہماری علمی، دینی اور ثقافتی تاریخ کے انتہائی روشن اور تابناک ابواب ہیں۔

لا دینیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے موجودہ پر آشوب ماحول میں جو اسلامی تہذیب ومعاشرت اور دینی عبادات ورسوم اور مذہبی، دینی غیرت وحمیت اور اسلامی بیداری پائی جارہی ہے، وہ ان ہی مدارسِ اسلامیہ اور ان سے وابستہ علماے کرام کی مساعی جمیلہ کے مظاہر واثرات ہیں۔

- **دورِ حاضر کے فارغینِ مدارس میں دعوتی عنصر کیوں مفقود ہوتا جارہا ہے؟**

دورِ حاضر میں مدارسِ اسلامیہ اگر چہ بظاہر اسلاف واکابر کے مقرر کردہ نظام ونصاب کے مطابق خدمات انجام دے رہے ہیں، مگر پھر بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں اکثر کے معیارِ تعلیم وتربیت میں انحطاط وپستی دَر آئی ہے جس کے نتیجہ میں ہمارے فارغینِ مدارس میں خدمتِ خلق کا جذبہ ناپید اور دعوت وتبلیغ کا عنصر مفقود ہوتا جارہا ہے؛ اس لیے مدارسِ اسلامیہ کے منتظمین واساتذہ، اہل ثروت وارباب خیر، بلکہ ہم سب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں، انحطاط وپستی کے اسباب وعوامل کا جائزہ لیں اور حسبِ حیثیت اصلاح کی کوشش کریں۔

ہمارے خیال میں اس وقت فارغینِ مدارس کے اندر خدمتِ خلق اور دعوت وتبلیغ کے حوالے سے جو انحطاط رونما ہے اس کے بعض اسباب و عوامل درج ذیل ہیں:

[۱] آج مدارسِ اسلامیہ میں عموماً طلبہ کی استعداد ولیاقت بڑھانے پر تو کسی قدر توجہ دی جاتی ہے، لیکن ان کی عملی تربیت اور کردار سازی کا ذرا بھی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس کے نتیجے میں وہ باصلاحیت عالم تو ہوجاتے ہیں، لیکن ایک اچھا انسان نہیں بن پاتے اور جب میدانِ عمل میں اترتے ہیں تو وہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت وافادیت سے بے خبر اور اس کے اصول وضوابط سے ناآشنا ہوتے ہیں؛ اس لیے وہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے سے کتراتے ہیں۔ مثل مشہور ہے ”خفتہ را خفتہ کے کند بیدار“۔ سویا ہوا شخص سوئے ہوئے شخص کو کیسے بیدار کرسکتا ہے۔

[۲] مدارس کے منتظمین جب اساتذہ کا انتخاب کرتے ہیں تو ان کی علمی صلاحیت اور قابلیت کے بارے میں کسی قدر معلومات حاصل کرتے ہیں، لیکن ان کے تقویٰ وطہارت اور اخلاق وکردار کے بارے میں پتہ لگانا عبث خیال کرتے ہیں۔اس کے نتیجے میں بے عمل اساتذہ کا انتخاب ہوجاتا ہے اور پھر ان کے زیر سایہ طلبہ کی عملی زندگی برباد ہوتی چلی جاتی ہے۔سچ کہا ہے کسی نے ؎

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں ☆ آدمی، آدمی بناتے ہیں

[۳] ہم مدرسین ومنتظمین عملی طور پر اپنے طلبہ کو یہ سمجھانے سے قاصر ہوتے ہیں کہ وہ خیر امت ہیں اور ان کا فرض منصبی ہی دعوت وتبلیغ ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ---[پارہ ۴، آل عمران ۳، آیت ۱۱۰]

[ترجمہ] تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔[کنزالایمان]

اور ہم ان کے ذہن وفکر میں یہ حقیقت اتارنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اگر ہم نے اپنے اس فرض منصبی کا لحاظ نہیں رکھا اور دعوت وتبلیغ کا عمل ترک کردیا تو اللہ جل شانہ ہم پر عذاب نازل فرمائے گا اور ہماری دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔سرکار علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ المُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ".[سنن الترمذي، باب مَا جَاءَ فِي الأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، رقم الحديث ۲۳۲۳]

[ترجمہ] قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم بھلائی کا حکم ضرور دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر عذاب نازل فرمائے، پھر تم دعائیں کرو تو تمھاری دعا قبول نہ کی جائے۔

[۴] اساتذہ اور منتظمین تعلیمی ترقی اور اس کے استحکام کے لیے وقتاً فوقتاً کچھ غور خوض کر بھی لیتے ہیں، لیکن دعوت وتبلیغ کے فروغ کے لیے عموماً کچھ سوچنے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔اور اس میدان میں ہماری ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اکثر ذمہ داران مدارس اور بعض مدرسین خود ہی بے عمل ہوتے ہیں، ان میں بعض کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں کہ وہ کسی دینی ادارہ کے ذمہ دار ہیں یا کسی ذمہ دار مدرسہ کے مدرس یا ملازم ہیں؛ اس لیے انھیں دعوت وتبلیغ کی اہمیت بھی سمجھ میں نہیں آتی، وہ تو ان باتوں پر زیادہ دھیان دیتے ہیں جن پر عمل کرنے سے آمدنی اور شہرت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوسکے۔ہم دوسروں کو تو یہ درس دیتے ہیں کہ خلوص سے کام کریں رزق اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور دے گا، لیکن عملاً اس کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

[۵] اہلِ ثروت اور اربابِ خیر حضرات بھی عموماً ان نیک بندوں کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کرپاتے جو خود کو دعوت وتبلیغ کی خاردار وادیوں میں ڈال دیتے ہیں، اور وہ بے یار ومددگار کچھ دنوں میں تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں اور کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ان کا ظاہری نقصان اور ناکامی دیکھ کر دوسرے افراد اس میدان میں قدم رکھنے کا حوصلہ بھی نہیں کرپاتے، جس کے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دعوت وتبلیغ کا میدان بالکل خالی پڑا رہتا ہے۔

● فارغینِ مدارس میں دعوتی فکر وکردار، بیدار اور پائیدار کرنے کے لیے مدارس کے نصاب اور نظام میں کیا تبدیلی ہونی چاہیے؟

ہمارے مدارس کا موجودہ نصاب تو بہتر ہے، اس میں کسی خاص تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ہاں! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لیے وہ طریقے اختیار کریں جو ہمارے اسلاف واکابر کا طرۂ امتیاز تھا مثلاً:

[۱] طلبہ کی علمی استعداد ولیاقت بڑھانے پر جس قدر توجہ دیتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ ان کی عملی تربیت اور کردار سازی کا اہتمام کریں۔ طلبہ کے دلوں میں خشیتِ الٰہی کی آب یاری کریں اور ان میں عبادت کا ذوق پروان چڑھائیں، ان کے اعمال واخلاق اور معاشرت وآداب کو سنت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کا فرمان ہے: "ایسی تعلیم جس میں تربیت نہ ہو، بے سود ہی نہیں بلکہ نتیجتاً مضر ہے"۔

[۲] مدارس اسلامیہ میں داخل ہونے والے طلبہ کی ذہن سازی کریں اور اپنے قول و عمل سے ان کے ذہن و فکر میں یہ حقیقت اتار دیں کہ اس تعلیم کا مقصد رضاے الٰہی حاصل کرنا ہے، نام و نمود، فخر و مباہات، سرکاری ملازمتوں کا حصول یا محض دنیا کمانا نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کاموں کے لیے علم دین حاصل کرنے پر شدید وعید کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لاَ يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَعْنِي رِيحَهَا.[سنن ابی داؤد ،باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ،رقم الحديث ٣٦٦٦]

[ترجمہ] جس علم سے رضاے الٰہی حاصل کی جاتی ہے، اگر اسے کوئی شخص صرف دنیا کمانے کے لیے حاصل کرے گا تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے:

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ ، أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ ، أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ ، فَهُوَ فِي النَّارِ.
[سنن ابن ماجه،رقم الحديث ٢٥٣]

[ترجمہ] جو شخص بے وقوفوں سے لڑنے جھگڑنے یا علماے کرام پر فخر و مباہات کرنے یا لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے لیے علم دین حاصل کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

ہاں! اس علم کی تحصیل کا بنیادی مقصد خدا اور رسول کو راضی کرنا، احکام اسلام کو سمجھنا، پھر حکمت و دانائی کے ساتھ اسے دوسروں تک پہنچانا ہے، ربِّ کریم کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ؁ [پارہ ۱۱، التوبہ ۹، آیت ۱۲۲]

[ترجمہ] اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔ [کنز الایمان]

[۳] اساتذہ کے انتخاب میں علمی فضل و کمال کے ساتھ صلاح و تقویٰ کا جمال بھی دیکھیں، درسی کتب کی استعداد و لیاقت کے ساتھ سلیم الطبع، بلند اخلاق و کردار کے حامل اساتذہ کا انتخاب کریں؛ تاکہ وہ طلبہ پر اپنے عمل و فضل کے ساتھ کردار و عمل کا بھی نمایاں اثر چھوڑیں۔ حافظِ ملت علیہ الرحمہ فرماتے تھے: ”ہوشیار طلبہ وہ ہیں جو اساتذہ سے علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی سیکھتے ہیں“۔ اب اگر اساتذہ بے عمل ہوں اور طلبہ ہوشیار، تو وہ ان سے بدعملی ہی تو سیکھیں گے۔ اور اس کا وبال انتظامیہ پر بھی ہوگا کہ انھوں نے ہی ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا ہے۔

[۴] اساتذۂ کرام اس کا خیال رکھیں کہ ان کا فرضِ منصبی صرف طلبہ کو درس گاہ میں پڑھا دینے سے ادا نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ بھی ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ طلبہ کے اعمال و اخلاق کی اصلاح اور ان کی تربیت کا بھی اہتمام کریں۔

[۵] اساتذہ اور انتظامیہ سبھی اس کا لحاظ رکھیں کہ دارالاقامہ کا نظام بہت چست اور شفاف ہو، نمازوں کے اہتمام اور طلبہ کی وضع قطع پر خاص نظر رکھیں، ان میں اتباعِ سنت کا جذبہ بیدار کریں، طلبہ کو مطالعہ اور مذاکرہ کا عادی بنانے کی کوشش کریں، اور ماہ دو ماہ میں ایک بار ضرور طلبہ کو نصیحت کریں، دعوت و تبلیغ کی اہمیت بتائیں اور پڑھنے کے ساتھ اس پر عمل کرنے بھی پر آمادہ کریں۔

- **دنیاوی تعلیم یافتہ طبقہ تک دعوتِ دین پہنچانے کے لیے فارغین مدارس کو کن تیاریوں کی ضرورت ہے؟**

تبلیغ دین کے لیے اپنے مخاطبین کے مزاج و فکر سے ہم آہنگ دَورِ حاضر کے بہترین وسائل کا استعمال اشد ضروری ہے؛ کیوں کہ دعوتِ دین کے وہ طریقے جو گزشتہ اَدوار میں رائج تھے، وہ اُن زمانوں کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ و ترقی یافتہ تھے، لیکن اب دَورِ جدید میں ان کا استعمال ایسا ہی ہے

جیسا کہ میدانِ جنگ میں ایٹم بم اور میزائلوں کے بجائے تلوار اور نیزے کا استعمال کرنا۔

آج دعوت وتبلیغ کے ایسے وسائل و ذرائع ایجاد ہو چکے ہیں جن کی مدد سے سالوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام دنوں میں پہلے سے بہت اعلیٰ طریقے پر ہو سکتا ہے۔ ان میں پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا وغیرہ بہت ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس مقصدِ خیر کے لیے ذاتی ویب سائٹس، ای میل، اور انٹرنیٹ وغیرہ کا استعمال بھی بہت مفید ہے۔

اور یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اِس زمانہ میں دنیاوی تعلیم یافتہ طبقہ کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ دینی جلسوں میں شریک ہو، یا دینی معلومات کے لیے خطیر رقم خرچ کر کے بڑی بڑی اسلامی کتابیں خریدے اور اُن کا مطالعہ کرے۔ آج وہ اپنے گھر کے گوشہ میں بیٹھ کر انٹرنیٹ کی مدد سے پوری دنیا کی خبریں حاصل کر رہا ہے، اور اسی کے ذریعہ دینی معلومات بھی حاصل کرنا اس کا مزاج بن چکا ہے۔

اس لیے آج مدارسِ اسلامیہ کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو بقدرِ ضرورت اِن جدید آلات کی تعلیم وتربیت دیں اور اِن کے استعمال کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان پر بھی کافی توجہ دیں؛ تاکہ جب یہ فارغ ہو کر میدانِ عمل میں قدم رکھیں تو ان جدید آلات کے ذریعہ دنیاوی تعلیم یافتہ طبقے سے ان کی زبان میں، ان ہی کے پسندیدہ میدان میں کھڑے ہو کر خطاب کر سکیں اور تقریر و تحریر کی صورت میں ان تک اسلامی تعلیمات پہنچا سکیں۔

مفکرِ اسلام علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنے دَور میں قلم کی توانائی اور پریس کی کرشمہ سازی (پرنٹ میڈیا کی حیرت انگیز طاقت وقوت) کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”ایک عرصہ سے چیخ رہا ہوں کہ زندہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا۔ فولادی تلوار کا زمانہ ختم ہو گیا، اب قلم کی تلوار سے معرکے سر کیے جا رہے ہیں۔ پہلے کسی محدود رقبے میں کفر وضلالت کی اشاعت کے لیے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی تھی اور اب پریس کی بدولت صرف چند گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالم گیر سیلاب امنڈ سکتا ہے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھیے! آج ہندوستان کا ہر فرقہ قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہو چکا ہے، اتنا مسلح کہ اس کی یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دوچار ہوتی جا رہی ہے۔ بلکہ میں بعض ایسی بھی جماعتوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں جن کے وجود کا کوئی سررشتہ ماضی میں نہیں ملتا لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم کے وسائل کے بل پر وہ روے زمین پر طوفان کی طرح پھیلتی جا رہی ہیں اور ان کا اجنبی لٹریچر سیکڑوں برس کی قابلِ اعتماد تصنیفات کو نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے۔

فکری مزاج کی تعمیر میں قلم کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ فکری استحکام کے بغیر کوئی جماعت بھی طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پریس ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ فتنہ صبح کو جنم لیتا ہے، دوپہر تک جوان ہو جاتا ہے اور شام ہوتے ہوتے آبادیوں کے لیے ایک دردناک آزار بن جاتا ہے“۔ [کاروان رئیس القلم ص ۶]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ داعیانِ حق کو چاہئے کہ وہ ہر زمانے میں دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کے وہ طریقے اختیار کریں جو اُن کے زمانے میں کامیاب سے کامیاب تر ہوں اور جن کو اختیار کر کے وہ اپنی کوششوں اور قابلیتوں کو زیادہ سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز بنا سکتے ہوں۔

آج انٹرنیٹ نے وسیع وعریض دنیا کو ایک گاؤں بلکہ ایک گھر کی شکل میں بدل دیا ہے اور اب ایک انسان کا دائرہ کار ایک دو شہر نہیں بلکہ پوری دنیا ہو چکی ہے؛ اس لیے علماے کرام کو چاہیے کہ دین کی دعوت وتبلیغ کے لیے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال کی تربیت ضرور حاصل کریں۔

- **اَن پڑھ اور دیہاتی عوام اہلِ سنت میں دینی بے داری لانے کے لیے کیسے اسلوب و لائحہ عمل کی ضرورت ہے؟**

✪ اَن پڑھ اور دیہاتی عوام اہلِ سنت میں دینی بے داری لانے کے لیے ضروری ہے کہ انفرادی طور پر یا وفد کی صورت میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ ان سے تبلیغی ملاقاتیں کی جائیں، اس خصوصی رابطے کا اثر بہت مفید اور نتیجہ خیز ہوگا۔ اس کی بدولت خود بخود تنظیمی حلقے بھی بنتے

جائیں گے اور اس سے ان کے اندر دینی بے داری پیدا کرنے میں کافی آسانی ہوگی۔

لیکن اس کام کے لیے ایک بنیادی شرط یہ بھی ہے کہ اُن کے درمیان دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں جانے والے حضرات اسلامی اخلاق وکردار سے خوب آراستہ ہوں اور ان کے اندر عوام کی سخت وسست باتیں برداشت کرنے کی قوت بھی ہو؛ اس لیے کہ وہ سادہ لوح، بھولے بھالے بندگانِ خدا مبلغین کے اقوال وافعال کو اپنے لیے نمونہ وسند بناتے ہیں اور بسا اوقات نادانی کی وجہ سے کچھ الٹا سیدھا بھی سناتے ہیں۔

- کبھی کبھی انھیں جمع کر کے وعظ ونصیحت کی جائے اور ان کی عملی تربیت کے لیے وضو کر کے دکھایا جائے، ضرورت معلوم ہو تو پھر ان سے اپنے سامنے وضو کرایا جائے، اسی طرح نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور سمجھایا جائے۔

- احکام شرع پر عمل کرنے کے اخروی فوائد کے ساتھ انھیں اس کے دنیوی فوائد بھی بتائے جائیں اور بزرگوں کے احوال وواقعات سے اس کی مثالیں بھی پیش کی جائیں؛ کہ آج انسان نفع عاجل کی فکر میں زیادہ رہتا ہے، جب اسے معلوم ہوگا کہ احکام شرع پر عمل کرنے سے اس کی صرف آخرت ہی بہتر نہیں ہوگی، بلکہ اس کی دنیا بھی روشن وتابناک ہو جائے گی تو ضرور اس کے دل میں رغبت بڑھے گی۔

• اسلام وسنیت کے علاوہ دیگر اَدیان وفِرَق کے لوگوں کو اپنے دین ومذہب کی طرف راغب کرنے کے لیے فارغینِ مدارس کو کن اسلحوں سے لیس ہونے کی ضرورت ہے؟

اس وقت دعوت وتبلیغ کے مختلف ذرائع بہت کامیاب ہیں، لیکن ان میں سے کس ذریعے کو کہاں استعمال کرنا ہے، اس کا انحصار مبلغ کے دعوتی مقاصد، اس کے اسباب ووسائل، مخاطبین کی تعداد اور دعوتی پیغام کی نوعیت پر ہوتا ہے۔

مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایمان ویقین، اخلاق وکردار، عزم وحوصلہ، اخلاص وللّٰہیت اور علمی رسوخ کی روشنی ہر میدان میں لازمی ہے، اس کے بغیر دعوت وتبلیغ کا کوئی ذریعہ بھی آپ کے لیے بہت مفید اور زیادہ نفع بخش نہیں ہوسکتا۔

- آج دنیا کے بے شمار دانشور اور اربابِ فکر ونظر اَدیانِ عالم کا تقابلی مطالعہ کرنے میں سرگرم ہیں، ایسے میں اگر فارغینِ مدارس اسلامی نظریات کو جدید علوم کی روشنی میں پیش کرنے کا ہنر سیکھ لیں، تو اس کی مدد سے وہ ایسے لوگوں کو مذہبِ اسلام سے قریب، بلکہ اس کا پیروکار بنا سکتے ہیں۔

- مذہبِ اسلام سے متعلق جو غلط فہمیاں عام ہو رہی ہیں، ان کا تجزیہ کیا جائے، عقلی ونقلی دلائل سے ان کا مناسب جواب دیا جائے اور اسلام کی صحیح تصویر پوری دنیا کے سامنے پیش کی جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ فارغینِ مدارس اپنے اندر عصرِ حاضر کی ترقی یافتہ زبانوں میں لکھنے اور بولنے کی صلاحیت پیدا کریں، اسلام مخالف مواد کا بنظر غائر مطالعہ کریں، پھر ٹھوس اور مضبوط دلائل کی بنیاد پر مختلف زبانوں میں تحریر وتقریر کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کا ازالہ کریں۔ اس عمل سے وہ حضرات ضرور متاثر ہوں گے جو واقعی اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

- ہر دَور میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عہد کا چیلنج اسی طرز پر قبول کریں جو ان کے زمانہ کا تقاضا ہو؛ اس لیے آج مبلغین پر لازم ہے کہ ایسے علوم بھی حاصل کریں جن سے دفاع ممکن اور پائیدار ہو سکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ایسی تدابیر کو اپنایا اور دشمن کی چالوں کو ناکام بنایا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ آپ یہود کی کتابت اور خط سیکھیں اور ان کی زبان ولغت سے آگاہی حاصل کریں۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ یہود کے مکر وفریب اور دھوکہ سے نجات کی تدبیر فرمائی اور ان کے دغا وفریب سے چھٹکارے کی سبیل نکالی۔

- ان کے مناسبِ حال ان کو ہندی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں ایسے کتابچے اور پمفلٹ مہیا کیے جائیں جن میں صحیح اسلامی نظریات موثر لب ولہجے میں قلم بند کیے گئے ہوں، وہ کتابچے اور پمفلٹ عام فہم ہونے کے ساتھ ہی جاذبِ نظر بھی ہوں، تاکہ وہ شوق سے اسے پڑھیں اور ان کے دل کی دنیا میں روح پرور انقلاب آئے۔

❁ دیگر اَدیان و مذاہب کے لوگوں میں دعوت وتبلیغ کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں ان کے معتقدات اور نظریات کا بھی اچھی طرح علم ہو؛ لہذا جو فارغینِ مدارس اس میدان میں قدم رکھنا چاہتے ہیں انھیں پہلے اپنے مخاطبین کے معتقدات ونظریات کا بھی علم حاصل کر لینا چاہیے ؛ کیوں کہ اس طریقے سے ان کے دل میں گھر کرنے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

کامیاب مسلمانوں کا کام خود ہی بیماری کی تشخیص کرنا اور پھر اس کے لیے مناسب دوا اور علاج فراہم کرنا ہے، انھیں اس انتظار میں نہیں رہنا چاہیے کہ دوسرے لوگ چل کر اپنے علاج کے لیے ان کے پاس آئیں، بلکہ انھیں خود ہی روحانی بیماروں کے پاس جانا چاہیے اور ان کے لیے مناسب علاج کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝۱۰۴
[پارہ ۴، آل عمران ۳، آیت ۱۰۴]

[ترجمہ] اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے۔ [کنز الایمان]

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ‌ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ‌ؕ [پارہ ۱۴، النحل ۱۶، آیت ۱۲۵]

[ترجمہ] اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ (یعنی خَلق کو دین اسلام کی دعوت دو) پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ [کنز الایمان]

● مدارس کا نظام ونصاب تمام طلبا کے لیے یکساں ہونا مفید ہے؟ یا ان کے مزاج ومعیار کے مطابق ہونا چاہیے؟ بصورت دیگر دعوتی ہدف پانے کے لیے نصاب ونظام میں کیا تقسیم ہونی چاہیے؟

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کسی مدرسہ کا نظام ونصاب خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو، وہ تمام طلبہ کے لیے یکساں مفید اور کار آمد نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ طلبہ کے مزاج ومعیار، فراست ودانائی، عزم وحوصلہ اور فہم وبصیرت میں کافی تفاوت ہوتا ہے، یوں ہی مستقبل میں ان کے مقاصد اور اہداف بھی جداگانہ ہوتے ہیں؛ اس لیے ہمارے خیال میں مدارس کے نظام ونصاب میں طلبہ کے مزاج ومعیار کا لحاظ ہونا چاہیے۔

اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ درجۂ رابعہ [مولویت سالِ دوم] تک تمام طلبہ کے لیے نظام ونصاب یکساں ہو اور اس درمیان اساتذہ طلبہ کے اندر مخفی صلاحیتوں کا جائزہ لیتے رہیں اور اس پر گہری نظر رکھیں کہ کس طالب علم کو کس فن سے دلچسپی ہے، کون طالب علم کس میدان میں بہتر طور پر دین اسلام کی خدمت انجام دے سکتا ہے۔ پھر اسی کے لحاظ سے آگے کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ مثلا:

❁ جن طلبہ کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ وہ فہم وفراست میں خلل کی وجہ سے بہت کامیاب عالم دین نہیں ہو سکتے، تو انھیں ایک سال میں قرآن کریم کی قراءت اور بہارِ شریعت وغیرہ فقہی کتابوں سے ضرورت کے مسائل کی خوب تعلیم وتربیت دی جائے اور پھر اذان وامامت کے لیے انھیں میدانِ عمل میں اتار دیا جائے۔

❁ جن طلبہ کے متعلق یہ محسوس کیا جائے کہ وہ بہتر مدرس بن سکتے ہیں، انھیں اسی لحاظ سے آگے کی تعلیم دی جائے، یعنی وہ فضیلت کا مقررہ کورس پورا کریں؛ کہ وہ ان کے لیے بہت مفید اور نفع بخش ہوگا۔

❁ جن طلبہ کا ہدف یہ ہو کہ وہ فراغت کے بعد پرنٹ میڈیا یا الیکٹرانک میڈیا سے منسلک ہو کر دین اسلام کی خدمت کریں گے، انھیں دینی علوم ومعارف کے ساتھ اردو، عربی، ہندی اور انگریزی زبان وادب کی بھی تعلیم وتربیت دی جائے اور تحریر وتقریر میں مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لیے خوب سے خوب تر طریقے کی رہنمائی کی جائے، تاکہ جب وہ مدرسہ سے نکل کر اس میدان میں قدم رکھیں تو کسی کے دست نگر نہ رہیں اور اپنی بات

مناسب اور مؤثر انداز میں دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

❁ اسی طرح جن طلبہ کا مقصد یہ ہو کہ وہ مدرسہ سے نکلنے کے بعد جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مذہبِ اسلام پر ہونے والے حملوں کا دفاع کریں گے اور ان کے اعتراضات کا مُسکت اور دنداں شکن جواب دیں گے، انھیں درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد ایک یا دو سال جدید ذرائع ابلاغ سے متعلق تعلیم وتربیت دی جائے اور اسلام دشمن عناصر کی زہر افشانیوں کے سدِّ باب کے لیے مناسب ہدایت ورہنمائی کی جائے، ان کے باطل افکار ونظریات پر شب خون مارنے کا ہنر سکھایا جائے، تاکہ جب وہ میدان عمل میں اتریں تو صرف دفاعی پوزیشن میں نہ ہوں، بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر قوم کے نام نہاد بہی خواہوں پر حملہ آور بھی ہو سکیں۔

❁ اس طرح جن طلبہ کے اندر جس طرح کا ذوق وشوق ہو اور جس میدان میں کام کرنے کی بہتر صلاحیت واستعداد نظر آئے انھیں اسی کام کے لیے تیار کیا جائے، اس راہ میں درپیش مشکلات کا حل تلاش کیا جائے، اور مدارس میں ان کی بہتر تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔

مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اربابِ حل عقد، مدارس اسلامیہ کے منتظمین، اساتذہ اور اہلِ خیر حضرات باہم مل بیٹھ کر مناسب لائحۂ عمل طے کر لیں، مختلف مدارس کو مختلف میدان میں کام کرنے کا ذمہ دار بنائیں؛ کیوں کہ ہر مدرسہ یہ سارے کام انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہر ایک کے پاس اتنے وسائل ہی ہیں۔ لہٰذا اگر مل بیٹھ کر ان گوشوں پر غور ہو جائے تو ان شاء اللہ ہمارے فارغین ہر میدان میں کامیاب وکامران نظر آئیں گے اور ہمارے ذریعہ دین اسلام کی بہ سے بہتر خدمت انجام پا سکے گی۔

آج کے مقابلاتی دَور اور ہوش رُبا ماحول میں دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ملے گا جس میں کام کرنے کے لیے تربیت یافتہ ہونا شرط نہ ہو، یا کم از کم کام کرنے والوں کو بار بار اس کام کی ٹریننگ نہ دی جاتی ہو، مگر افسوس! ہمارے یہاں عموماً کسی کام کے لیے کسی قسم کی تربیت دینے یا تربیت لینے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔

طالب علم نے جیسے ہی مدرسہ کا نصاب مکمل کیا، یا ادھورا ہی چھوڑ کر باہر میدان میں آیا، امامت کے لیے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا گیا یا خطابت کے لیے اسٹیج پر پہنچا دیا گیا، تدریس کے لیے کسی درس گاہ میں بیٹھا دیا گیا یا فتویٰ لکھنے کے لیے کسی دار الافتاء کی ذمہ داری سونپ دی گئی، دعوت وتبلیغ کے لیے اسے مامور کر دیا گیا یا اجازت وخلافت دے کر حلقۂ مریداں میں بھیج دیا گیا، یہ ہماری جماعت کا عام مسئلہ ہے جسے ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیں کہ بغیر تربیت کے یہ سارے اہم کام کتنے عمدہ طریقے پر انجام پا سکیں گے؟ لگتا ہے کہ آج ہماری اسی بے توجہی کا نتیجہ ہے کہ ہر میدان میں ہم ناکام ہو رہے ہیں اور پھر اپنی ناکامی چھپانے میں خانہ جنگی کا شکار ہو رہے ہیں اور ہمارا دشمن سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے۔

اس لیے مناسب ہے کہ جلد از جلد ان امور کی طرف بھی توجہ دی جائے اور فارغینِ مدارس کو میدانِ عمل میں اتارنے سے پہلے ان کی ٹریننگ اور عملی تربیت کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا جائے، تاکہ وہ جس شعبہ میں بھی کام کریں، بہتر انداز سے اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

تاخیر کا موقع، نہ تذبذب کا محل ہے یہ وقتِ عمل، وقتِ عمل، وقتِ عمل ہے

ساجد علی مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

۲۰؍ جمادی الآخرہ ۱۴۳۵ھ
۲۱؍ اپریل ۲۰۱۴ء۔ دوشنبہ